فسخ نکاح بذریعہ عدالت سے متعلق مسائل: ائمہ اربعہ اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا تجزیاتی مطالعہ

Legal Aspects of Marriage Dissolution in Court: A Comparative Study of the Four Imams and Maulana Sayyid Abul A'la Maududi's Positions

Rabia Hina
Professor of Islamiyat & Head of Department of Islamiyat
Govt. Post Graduate Girls College, Nowshera Cantt
Email: lillykhan047@gmail.com

Sadeeq Ahmad
Ph.D Scholar Department of Islamic Studies
Qurtuba University of Science and Information Technology Peshawar
Email: sadeeqji@gmail.com

Asghar Inam
MPhil Scholar Department of Islamic Studies
Qurtuba University of Science and Information Technology Peshawar
Email: asgharinam2@gmail.com

Abstract

Islamic jurisprudence includes specific rules about marriage and divorce. These commandments can be found in the Quran, Sunnah (Prophet Muhammad's teachings and practices), and historical sources. These sources contain information on the specifics, laws, and examples of marriage and divorce. Marriage and divorce are serious and complex topics, so the final decision rests with the court for explanation and settlement. The court also bases its judgements on the Quran and Sunnah. Because the court is a powerful institution in the country, disobeying its decisions is not permitted. The court will make choices regarding marriage and divorce within legal boundaries, and both parties must accept this decision. There are detailed explanations of these issues in the subject of Islamic jurisprudence, as well as jurisprudential concepts that provide great clarity. These topics have been thoroughly discussed by renowned scholars. The opinions, evidence, and fatwas (religious rulings) of these experts are based on their school of thought. Syed Abul Aa'la Maudoodi has recently risen through the ranks of scholars. Time bears testament to his vision. Their attitudes on marriage and divorce are universal. Because all of his works, replies to inquiries, and constants have been considered.

Domestic concerns, particularly marriage and divorce, will come to the fore with the advise of the Imams and Sidabula Ali Maududi.This is covered in further depth below.

Keywords: marriage, divorce, court, recognized scholars, Sayyid Abul A'la Maududi, proof

نکاح اسلامی شعار اور احکامات میں سے ایک ہے۔ ایک خاص مدت اور مانع نہ ہونے کی بنیاد پر یہ واجب کا درجہ رکھتا ہے۔ شریعتِ اسلامی میں نکاح کے حکم کہیں فرض ہے تو کہیں واجب، مستحب اور مباح ہوتا ہے۔ اسی طرح اس عبادت میں جب کہیں مانع اور رکاوٹ بن جائے تو اس صورت میں طلاق بھی حکم کا درجہ رکھتا ہے۔ اسبابِ طلاق میں سے عنین، خصی اور طویل قید بھی شامل ہے۔ فقہ کے اندر اس میں تفصیلی بحث موجود ہے۔ ان امور کو قدیم وجدید کے تناظر میں دیکھنا لازمی ہے۔ آئمہ کرام جو صدیوں پہلے گزر چکے ہیں اور عصر حاضر کے امام مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی آراء، راہنمائی کا ذریعہ ہے۔ ذیل کے سطور میں مسئلہ کی وضاحت اور ان کی تطبیق پیش کی جارہی ہے۔

عنین ہونے کی صورت میں فسخ نکاح

عنین کا معنیٰ ہے نامرد، یہ ایسی صورت ہے جو عورتوں کے لیے تکلیف دہ ہے، ایسی صورت میں عورت کا شوہر کے ساتھ رہنا محال ہے۔ لھذا شریعت کی روشنی میں آئمہ سلف نے اپنی آراء دی ہیں، ذیل میں ان کو پیش کر کے تجزیہ کرتے ہیں۔

مولانا مودودی کی رائے

مولانا مودودیؒ نے اپنی کتاب حقوق الزوجین میں اس کی تفصیلی وضاحت کی ہے، آئمہ کرام کی آرا کا بھی تذکرہ کر کے آخر میں اپنی رائے دی ہے، حقوق الزوجین میں مولانا لکھتے ہیں:

"ہماری رائے میں نامردی کی ہر شکایت پر خواہ وہ نکاح سے پہلے کی ہو یا بعد میں حادث ہوئی ہو، عورت کو عدالت کی طرف رجوع کرنے کا حق ہونا چاہیے۔ اور اگر کافی علاج کے بعد جس کے لیے ایک سال کی مدت مناسب ہے، یہ شکایت دور نہ ہو تو تفریق کرا دینی چاہیے۔"[1]

احناف

عنین یعنی نامرد شخص کو تو چاہیے کہ وہ شادی نہ کرے اور جب کر لی تو پھر عورت کو اختیار حاصل ہے اگر وہ چاہے تو عدالت کی طرف رجوع کرے، کیونکہ یہ عورت کا شوہر پر بنیادی حق ہے، جس کی تلافی شوہر نہیں کر پاتا تو عدالت اسے ایک سال کی مہلت دے گی، اگر علاج ممکن ہو تو ہو جائے ورنہ پھر عورت کو آزاد کرا دے گی۔ برھان الدین ھدایہ شرح بدایۃ المبتدی میں لکھتے ہیں:

" وإذا كان الزوج عنينا أجله الحاكم سنة فإن وصل إليها فبها وإلا فرق بينهما إذا طلبت المرأة ذلك هكذا روي عن عمر وعلي وابن مسعود رضي الله تعالى عنهم ولأن الحق ثابت لها في الوطء "[2]

جب شوہر عنین (نامرد) ہو، تو حاکم ایک سال کی مہلت دے گا، اگر اس ایک سال میں صحبت کی تو صحیح، اگر اس ایک سال میں صحبت نہیں کی تو اگر عورت جدائی کا مطالبہ کرے تو دونوں کو جدا کرائے گا، اور یہی رائے عمر، علی اور ابن مسعود رضی اللہ عنھم کی بھی ہے، کیونکہ عورت کے لیے وطی کا حق ثابت ہے۔

آگے امام بدرالدین عینی اپنی کتاب البنایہ فی شرح الھدایہ میں لکھتے ہیں:

"وعليه فتوى فقهاء الأمصار كأبي حنيفة وأصحابه، والشافعي وأصحابه، ومالك وأصحابه، وأحمد وأصحابه" (3)

اور اس پر مختلف شہروں کے فقہاء کا فتویٰ ہے، جیسا کہ امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب، امام شافعیؒ اور متبعین، امام مالکؒ اور ساتھی، امام احمدؒ اور ان کے اصحاب۔

مالکیہ

امام مالکؒ کی مشہور رائے یہی نقل کی جاتی ہے کہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر عورت کو نکاح سے پہلے پتا نہیں تھا کہ مرد عنین ہے تو پھر پتا چل جانے کے بعد اس کو اختیار ہے کہ عدالت سے رجوع کرے۔ اور اگر عورت کو پتا تھا کہ یہ مرد عنین ہے لیکن اس کے باوجود نکاح کر لیا تو پھر اسے اختیار نہیں ہے۔ لیکن سحنونؒ عبدالرحمٰن بن قاسم سے نقل کر کے فرماتے ہیں کہ میں نے امام صاحب سے یہ کبھی نہیں سنا، کہ عورت کو جب پہلے سے پتا تھا لیکن اس کے باوجود بھی نکاح کیا تو اسے اختیار نہیں ہے۔

المدونۃ الکبریٰ میں لکھتے ہیں کہ امام مالکؒ فرماتے ہیں:

"إِذَا تَزَوَّجَتْ خَصِيًّا وَهِيَ لَا تَعْلَمُ فَلَهَا الْخِيَارُ إِذَا عَلِمَتْ، فَقَوْلُ مَالِكٍ إِنَّهَا إِذَا عَلِمَتْ فَلَا خِيَارَ لَهَا قَالَ: وَلَمْ أَسْمَعْ مِنْ مَالِكٍ فِيهِ شَيْئًا قَالَ: وَلَمْ أَسْمَعْ مِنْ مَالِكٍ فِي الْعِنِّينِ إِذَا تَزَوَّجَهَا وَهِيَ تَعْلَمُ أَنَّهُ عِنِّينٌ شَيْئًا وَلَكِنْ هَذَا رَأْيِي إِنْ كَانَتْ عَلِمَتْ أَنَّهُ عِنِّينٌ لَا يَقْدِرُ عَلَى الْجِمَاعِ رَأْسًا وَأَخْبَرَهَا بِذَلِكَ فَتَزَوَّجَهَا عَلَى ذَلِكَ عَلَى أَنَّهُ لَا يَطَأُ فَلَا خِيَارَ لَهَا" (4)

جب عورت خصی کے ساتھ نکاح کرے اور اسے معلوم نہ ہو (کہ مرد خصی ہے) تو اس عورت کو معلوم ہونے کے بعد اختیار ہے، مالکؒ کا قول یہ ہے کہ جب اس عورت کو پتا ہو تو پھر اس کے لیے اختیار نہیں ہے، (عبدالرحمن بن قاسم) کہتے ہیں کہ میں نے امام مالکؒ سے اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں سنا ہے، کہتے ہیں کہ میں نے مالکؒ سے عنین کے بارے میں بھی نہیں سنا کہ جب عورت کو پتا ہو اور پھر بھی نکاح کرے (تو اس کے لے اختیار نہیں ہے) لیکن یہ میری رائے ہے کہ جب عورت کو پتا ہو کہ یہ مرد عنین ہے، جماع پر ابتدا سے قادر نہیں ہے، اور اس عورت کو اس کی خبر بھی دی گئی ہو، اور پھر بھی نکاح کر لیا کہ چلے وطی نہ کرے تو اس عورت کے لیے کوئی اختیار نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام مالکؒ کی مشہور رائے یہ ہے کہ جب عورت علم ہونے کے باوجود ایسے مرد کے ساتھ نکاح کر لیا تو پھر اس کے لیے اختیار نہیں ہے، کہ عدالت سے رجوع کرے، اور جب معلوم نہ ہو تو پھر اس کے لیے اختیار ہے کہ عدالت کے ذریعے نکاح فسخ کرادے۔

شوافع

شوافع علماء کی رائے یہ ہے کہ جب عورت عنین سے نکاح کرے تو ایسی صورت میں عنین کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی، تاکہ اس میں اگر ممکن ہو تو علاج کرے، اس میں ٹھیک ہو گیا تو فبھا ونعمت، اور ٹھیک نہیں ہوا تو عورت کو اختیار دیا جائے گا کہ اس شوہر کے ساتھ ایسی ہی صورت کے باوجود رہنا چاہے تو رہے، اور اگر جدائی چاہتی ہو تو جدا کی جائے گی۔ امام شافعیؒ مشہور کتاب "الام" میں لکھتے ہیں کہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

"ولم أَحْفَظُ عن مُفْتٍ لَقِيته خِلافًا في أَنْ تُؤَجِّلَ امْرَأَةُ الْعِنِّينَ سَنَةً فَإِنْ أَصَابَهَا وَإِلَّا خُيِّرَتْ في الْمُقَامِ معه أو فِرَاقِهِ"[5]

جن مفتیوں سے میری ملاقات ہوئی ہے، مجھے نہیں معلوم کہ کسی نے اس سے اختلاف کیا ہو کہ عنین شوہر کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی، اگر اس میں ٹھیک ہو گیا تو ٹھیک، ورنہ عورت کو اختیار دیا جائے گا کہ اس عنین شوہر کے ساتھ رہے یا جدائی اختیار کرے۔

امام ماوردیؒ شوافع فقہاء کی رائے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"جب مرد عورت کو نکاح سے پہلے بتادے کہ وہ نامرد ہے، اور عورت پھر بھی نکاح کرے، اور پھر عقد کے بعد نامردگی کی وجہ سے تاجیل، یا فسخ نکاح چاہتی ہو تو اس میں شوافع کے دو قول ہیں۔

ایک قول قدیم ہے، کہ اس عورت کے لیے یہ اختیار نہیں ہے، جیسا کہ دوسرے عیوب کا پتا ہوتے ہوئے نکاح کرنے کی صورت میں ہے۔ دوسرا قول جدید ہے، کہ اس کے لیے اختیار ہے، بخلاف دوسرے عیوب کے۔[6]

یعنی شوافع علما کی جدید رائے یہ ہے کہ عنین کو دوسرے عیوب پہ قیاس نہ کیا جائے بلکہ اس میں اگر عورت کو پہلے سے معلوم ہو بھی تو بھی اس کو اختیار دیا جائے کہ وہ نکاح فسخ کرادے۔ اور یہی رائے صحیح بھی معلوم ہوتی بھی ہے۔

حنابلہ

فقہائے حنابلہ کی بھی قریب یہی رائے ہے کہ اگر عورت شوہر کے عجز عن الوطئ کا دعویٰ کرے تو ایسی صورت میں شوہر کو علاج کے لیے ایک سال مہلت دی جائے گی، اگر ایک سال میں شوہر ٹھیک نہیں ہوا تو عورت کو اس کے ساتھ رہنے یا علیحدہ ہونے کا اختیار حاصل ہے، مشہور فقیہ ابن قدامہ المقدسیؒ کہتے ہیں:

" وَإِذَا ادَّعَتْ الْمَرْأَةُ أَنَّ زَوْجَهَا عِنِّينٌ لَا يَصِلُ إِلَيْهَا ، أُجِّلَ سَنَةً مُنْذُ تَرَافُعِهِ ، فَإِنْ لَمْ يُصِبْهَا فِيهَا ، خُيِّرَتْ فِي الْمُقَامِ مَعَهُ أَوْ فِرَاقِهِ ، فَإِنْ اخْتَارَتْ فِرَاقَهُ ، كَانَ ذَلِكَ فَسْخًا بِلَا طَلَاقٍ"[7]

جب عورت اپنے شوہر کے نامرد ہونے کا دعویٰ کرے کہ وہ اس کے قریب نہیں ہو پاتا، تو مقدمہ اٹھانے کے وقت سے اس شوہر کو ایک سال تک مہلت دی جائے گی، اگر اس ایک سال میں وطئی پر قادر نہ ہوا تو عورت کو اس کے ساتھ رہنے یا علیحدہ ہونے کا اختیار دیا جائے گا۔ اگر فراق اختیار کیا تو یہ فسخ نکاح ہے طلاق نہیں ہے۔

خلاصہ بحث

جب شوہر عنین ہو تو اس کو ایک سال علاج کے لیے مہلت دی جائے گی، اگر اس میں ٹھیک ہو گیا فبھا ونعمت ،بصورت دیگر عورت کو اختیار ہے کہ علیٰحدگی اختیار کرے یا اس شوہر کے ساتھ ایسی ہی کیفیت میں رہے۔

اس میں بعض فقہاء کی رائے یہ ہے کہ اگر عورت کو مرد کے عنین ہونے کا پتا تھا اور نکاح کر لیا تو پھر اس کو اختیار نہیں ہے جیسا کہ مالکیہ فقہا کی رائے مشہور ہے، اسی طرح شوافع کی پرانی رائے ہے، لیکن اس میں مولانا مودودی نے کہا ہے کہ یہ بات ٹھیک نہیں، کیونکہ ایک عورت سے اگر یہ غلطی ہو گئی، تو اس کو خوامخواہ یہ سزا دینا انصاف نہیں کہ اب اس غلطی کی سزا زندگی بھر چکھتی رہے، بس اس کے لیے یہی سزا کافی ہے کہ اس کا مہر اس کو نہ دیا جائے۔

یہ رائے صائب معلوم ہوتی ہے کہ اگر ایک عورت سے دانستہ یا نادانستہ طور پر ایسی غلطی ہو گئی تو شاید اس کو اگلی زندگی کی دشواریوں کا اندازہ نہ ہو کہ عورت کو اس کی کتنی ضرورت ہے، اب جب اس کو اندازہ ہوا اور اس کی زندگی اجیرن بن جاتی ہے تو ایسی صورت حال میں اسے اختیار دیا جائے، کیونکہ ایسی صورت میں اگر اس پہ یہ جبر کیا جائے تو عین ممکن ہے کہ یہ عورت بہت ساری اخلاقی مفاسد میں مبتلاء ہو جائے، جو اس کی فطری مجبوری ہے، اور اسلامی شریعت میں تکلیف بمالا یطاق (ایسا بوجھ ڈالنا جس کی طاقت نہ ہو) کی گنجائش نہیں ہے۔ لھٰذا یہی شوافع علماء کی جدید رائے بھی ہے کہ اس عورت کو معلوم ہو تب بھی اختیار دینا چاہیے۔

خصی ہونے کی صورت میں فسخ نکاح

مولانا مودودی

خصی کے بارے میں مولانا مودودیؒ نے اپنی کتاب حقوق الزوجین میں لکھا:

خصی کو عنین کی طرح ایک سال کی مہلت نہیں دینی چاہیے بلکہ مجبوب (مقطوع الذکر) اور خصی (مقطوع الانثیین) کے درمیان طبی تحقیقات کے مطابق کوئی فرق نہیں ہے، ان دونوں کو ایک سال کی مہلت کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ ان کے ٹھیک ہونے کا کوئی امکان نہیں، لھٰذا مجبوب اور خصی کے حق میں ایک ہی قانون ہونا چاہیے۔[8]

احناف

فقہائے احناف خصی کے بارے میں تفصیل بیان کرتے ہیں کہ اگر مرد خصی ہو لیکن جماع کی طاقت رکھتا ہو تو ایسی صورت میں عورت کو علیحد گی کا اختیار نہیں ہے، المحیط البرھانی میں لکھتے ہیں:

" وإن وجدت زوجها خصياً، فإن كان بحال تنتشر آلته ويصل إلى المرأة لا خيار لها، وإن كان لا تنتشر آلته ولا يصل إلى المرأة فالجواب فيه كالجواب في العنين. ولو تزوجت وهي تعلم بحاله فلا خيار لها "[(9)]

اگر عورت نے اپنے شوہر کو خصی پایا، تو اگر اس کا آلہ تناسل منتشر ہوتا ہو اور عورت کے ساتھ جماع پہ قادر ہو، تو عورت کے لیے کوئی اختیار نہیں۔ اور اگر عضو خاص منتشر نہ ہوتا ہو اور جماع پہ قادر نہ ہو تو ایسی صورت میں جواب عنین والی صورت والا ہو گا، اور اگر عورت کو شوہر کے خصی ہونے کا پتا تھا اور اس کے باوجود نکاح کر لیا تو عورت کے لیے کوئی خیار نہیں ہے۔

یعنی عنین کے بارے میں تو یہ ہے کہ اس کو ایک سال تک علاج کے لیے مہلت دی جاتی ہے تو اگر خصی کا عضو خاص منتشر نہیں ہوتا اس کو بھی ایک سال علاج کے لیے دیا جائے گا۔

امام زیلعیؒ نے لکھا ہیں"

وَأُجِّلَ سَنَةً لَوْ عِنِّينًا أَوْ خَصِيًّا فَإِنْ وَطِئَ ، وَإِلَّا بَانَتْ بِالتَّفْرِيقِ إنْ طَلَبَتْ "[(10)]

عنین اور خصی اگر وطی کر سکتا ہو تو ایک سال کے لیے مہلت دی جائے گی، بصورت دیگر اگر عورت مطالبہ کرے تو تفریق کی جائے گی۔

یعنی اگر خصی ہو لیکن جماع پہ قادر ہو تو ایسی صورت میں علاج کے لیے ایک سال کی مہلت دی جائے گی، اور اگر جماع نہیں کر سکتا تو ایسی صورت میں مہلت نہیں دی جائے گی، اگر عورت جدائی چاہتی ہو۔

مالکیہ

امام مالکؒ اور ان کے متبعین کی آراسے معلوم ہوتا ہے کہ خصی کو ایک سال کی مہلت نہیں دی جائے گی، کیونکہ عنین، مجبوب اور خصی کی بحث میں کہا ہے کہ مرد جب عنین ہو تو عورت کو اختیار ہے کہ عدالت میں مقدمہ پیش کر کے علیحد گی اختیار کرے، اور خصی اور مجبوب کے بعد سکوت اختیار کیا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ مالکیہ کے نزدیک خصی مرد کے بارے میں ان کی رائے ہے کہ اس کو ایک سال کا اختیار نہ دیا جائے۔

سحنونؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمٰن ابن قاسم سے پوچھا کہ عنین، خصی اور مجبوب (مقطوع الذکر) کی عورت کو جب پتہ ہو اور اس کے باوجود مقدمہ عدالت میں پیش نہ کرے بلکہ شوہر کے ساتھ نبھا کرے، پھر اس کو ظاہر ہو جائے تو حاکم کو مسئلہ پیش کرے؟

تو ابن قاسم نے فرمایا" أما امرأة الخصي والمجبوب فلا خيار لها إذا أقامت معه ورضيت بذلك فلا خيار لها عند مالك، وأما العنين فإن لها أن تقول اضربوا له أجلا سنة؛ " (11)

جو معاملہ خصی اور مجبوب کی عورت کا ہے تو اس کو تو خیار نہیں ہے، جب اس نے اس شوہر کے ساتھ (معلوم ہونے کے باوجود) نکاح کیا ہے اور اس پہ راضی ہو گئی ہے، تو امام مالکؒ کے نزدیک اس کے لیے بھی اختیار نہیں ہے۔ البتہ عنین (نامرد) کی صورت میں مرد کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔

ابن غنیم الفواکہ الدوانی میں ایک جگہ صاف الفاظ میں لکھتے ہیں:

"كل من يمكن زوال عيبه كالأجذم والأبرص والمجنون يؤجل سنة عند رجاء برئه."

ہر وہ مرد جس سے عیب زائل ہونے کا امکان ہو، جیسا کہ جذامی، ابرص، جنون وغیرہ تو اس کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی، صحیح ہونے کی امید پر۔

پھر آگے لکھتے ہیں:

" وقيدنا بمن يمكن زوال عذره احترازا عن الخصي والعنين فلا فائدة من تأجيلهما "(12)

اور ہم نے (ایک سال کی مہلت دینا) کو مقید کیا کہ "جب یہ عذر دور ہونے کا امکان ہو" اصل میں یہ احتراز ہے، خصی اور عنین سے، کہ ان کو تاجیل (مہلت) دینے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

شوافع

فقہائے مالکیہ کا مسلک یہ ہے کہ وہ خصی جو مجبوب نہ ہو، اس کو عنین کی طرح ایک سال علاج کے لیے مہلت دی جائے گی، اگر ٹھیک ہو گیا تو یہ اس کی بیوی ہے اگر ٹھیک نہ ہوا تو پھر عورت کو اختیار ہے۔

امام شافعیؒ کی مشہور کتاب "کتاب الام" میں لکھا ہے:

" وَلَوْ أُجِّلَ خصى ولم يُجَبَّ ذَكَرُهُ أو نَكَحَهَا خصى غَيْرُ مَجْبُوبِ الذَّكَرِ لم تُخَيَّرْ حتى يُؤَجَّلَ أَجَلَ الْعِنِّينِ فَإِنْ أَصَابَهَا فَهِيَ امْرَأَتُهُ وَإِلَّا صُنِعَ فيه ما صُنِعَ في الْعِنِّينِ، "(13)

اگر ایسے خصی جس کا عضو خاص کاٹے نہ گیا ہو کو مہلت دی گئی، یا عورت نے غیر مجبوب خصی کے ساتھ نکاح کیا تو عورت کو یہاں تک اختیار نہیں دیا جائے گا حتی کہ عنین کی طرح اس مرد کو مہلت نہ دی جائے، پھر اگر ٹھیک ہو گیا تو یہ اس کی بیوی ہے، ورنہ اس کے ساتھ ویسا کیا جائے گا جیسا کہ عنین کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

یعنی اگر یہ خصی جو مجبوب نہ ہو، ایک سال کے بعد ٹھیک ہو گیا اور بیوی کی ضرورت پوری کر پا تا رہا تو پھر یہ عورت اس کی بیوی ہے، اس عورت کو شوہر سے افتراق اختیار کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے اور اگر ٹھیک نہیں ہوا تو پھر اس کے ساتھ عنین جیسا معاملہ کیا جائے، اور وہ یہ ہے کہ عورت کو اختیار دیا جائے، چاہے بیوی اس کے ساتھ اسی صورت میں رہنا چاہتی ہے یا علیحدگی اختیار کرنا چاہتی ہو۔

حنابلہ

امام احمد بن حنبلؒ اور ان کے متبعین کا مسلک اس مسئلہ میں ہے کہ خصا نکاح میں عیب ہے، لھذا اس صورت میں یہ رد کیا جائے گا، اور عورت کو اختیار دیا جائے گا، ابن قدامہؒ لکھتے ہیں کہ ابو حفص فرماتے ہیں:

"وَالْخِصَاءُ عَيْبٌ يُرَدُّ بِهِ ، وَهُوَ أَحَدُ قَوْلَيْ الشَّافِعِيِّ لِأَنَّ فِيهِ نَقْصًا وَعَارًا، وَيَمْنَعُ الْوَطْءَ أَوْ يُضْعِفُهُ"

خصی ہونا عیب ہے، لھذا رد کیا جائے گا۔ اور ایسا ہی ایک قول امام شافعیؒ کا بھی ہے، کیونکہ اس میں نقصان اور عار ہے، اور وطی میں مانع ہے یا کمزور کرنے والا ہے۔

" وَقَدْ رَوَى أَبُو عُبَيْدٍ ، بِإِسْنَادِهِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ ، أَنَّ ابْنَ سَنَدِرٌ تَزَوَّجَ امْرَأَةً وَهُوَ خَصِيٌّ ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ : أَعْلَمْتَهَا ؟ قَالَ : لَا .قَالَ : أَعْلِمْهَا ، ثُمَّ خَيِّرْهَا."[14]

اور ابو عبید نے اپنی سند سے سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہ ابن سندر رضی اللہ عنہ نے ایک عورت سے نکاح کیا، اسی حال میں کہ وہ خصی تھا، تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، کہ آیا عورت کو بتادیا ہے،؟ تو اس نے عرض کیا کہ نہیں، عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسے بتادو، اور اس کو اختیار بھی دو۔

اس عبارت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ خصی کو ایک سال کی مہلت نہیں دینی چاہیے، کیونکہ عبارت میں یہی بتایا ہے کہ اس کو خبر دو، اور اس کے ساتھ اس کو اختیار بھی دو، کہ رہنا چاہتی ہے یا علیحدگی اختیار کرنا چاہتی ہے۔

خلاصہ بحث

سارے مسالک کی آرا کو سامنے رکھتے ہوئے یہی معلوم ہوتا ہے، خصی کو ایک سال کی مہلت دی جائے۔ آج کل چونکہ طبی تحقیقات نے کافی ترقی کی ہے، تو لھذا تحقیق کی جائے، کہ ٹھیک ہونے کا امکان ہے یا نہیں، اگر ہے تو ایک سال کی مہلت دی جائے، اگر ٹھیک ہو گیا تو ٹھیک ورنہ عورت کو علیحدگی کا اختیار دیا جائے۔

جہاں تک مولانا مودودیؒ کی رائے ہے تو مولانا نے امام مالکؒ اور احمدؒ کی رائے اختیار کی ہے کہ وہ بھی مہلت دینے کے قائل نہیں ہیں، ان آئمہ اور مولانا مودودیؒ کی رائے زیادہ قوی معلوم نہیں ہوتی، کیونکہ حتی الامکان میاں بیوی کے درمیان تفریق کے بجائے یکجا ہونے کی کوشش کرنی چاہیے۔

مفقود الخبر کے احکام

مفقود الخبر سے مراد یہ ہے کہ ایک عورت کا شوہر کہیں جنگ، سفر وغیرہ میں غائب ہو گیا ہو، اور زندگی یا موت کی کوئی خبر نہ ہو، تو اس بیوی کے لیے کیا حکم ہے؟ آیا وہ ہمیشہ کے لیے مصائب کی چکی میں پستی رہے گی، یا دوسرا نکاح کر سکتی ہے؟ تو اس میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔

مولانا مودودی کی رائے

مولانا مودودیؒ نے اس مسئلہ کی پوری تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہمارے نزدیک امام مالکؒ کی رائے زیادہ راجح ہے، جو کہ امام احمدؒ نے بھی اختیار کی ہے۔ امام مالکؒ کا مسلک یہ ہے کہ مفقود الخبر کی بیوی چار سال تک انتظار کرے گی، اور پھر شوہر نہ آنے کی صورت میں عدالت اس کا نکاح فسخ کردے گی، اور بعض صورتوں میں ایک سال کا بھی کہا ہے، اور ابھی احناف علما بھی اپنے فتاویٰ میں امام مالکؒ کی رائے کو ترجیح دیتے ہیں، لیکن وہاں مطلقاً چار سال کہتے ہیں، تو مولانا نے کہا ہے کہ مطلقاً چار سال نہیں رکھنی چاہیے بلکہ حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے حاکم بیوی کے فسخ نکاح یا انتظار کا فیصلہ کرلے گا۔

اور اس سلسلے میں جو حدیث نقل کی جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیوی انتظار کرے گی، حتی کہ شوہر کے حال کا پتا چل جائے، مولانا مودودی نے کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، اس پہ احتجاج نہیں کیا جا سکتا۔[15]

احناف کی رائے

مفقود کے بارے میں فقہائے احناف کی عام رائے یہ ہے کہ جب تک اس کی موت یا حیات کا پتا نہ چلے عورت اس وقت تک اسی کے نکاح میں رہے گی اور اس کو اجازت نہیں کہ دوسرا نکاح کرے، اور مرد کی نوے سال عمر پوری ہونے کے بعد اس کی موت کا حکم جاری کیا جائے گا۔ امام نسفی کنز الدقائق میں لکھتے ہیں:

" هو غائبٌ لم يدر موضعه وحياته وموته..فينصّب القاضي من يأخذ حقّه ويحفظ ماله ويقوم عليه وينفق منه على قريبه ولادًا وزوجته,ولا يفرّق بينه وبينها،وحكم بموته بعد تسعين سنةً,وتعتدّ امرأته، وورث منه حينئذٍ لا قبله، ولا يرث من أحدٍ."[16]

مفقود وہ ہے جس کی جائے موت اور حیات کا کوئی پتا نہ ہو، قاضی اس کے حق کو حاصل کرنے کے لیے کسی کو مقرر کرے گا، اور اس کا مال محفوظ کرکے اس کی اولاد اور بیوی پر خرچ کرے گا، مفقود اور بیوی کے درمیان تفریق نہیں کرے گا، اور مفقود کے نوے سال پورے ہونے کے بعد اس کی موت کا فیصلہ کرکے عورت عدت گزارے گی، اس کے بعد اس سے میراث لی جائے گی، پہلے نہیں، اور یہ کسی سے میراث نہیں لے سکتا۔

ابن نجیم کنز الدقائق کی شرح میں لکھتے ہیں:

" (وَلَا يُفَرِّقُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا) أَيْ وَبَيْنَ زَوْجَتِهِ لِقَوْلِهِ عليه السَّلَامُ في امْرَأَةِ الْمَفْقُودِ إنَّهَا امْرَأَتُهُ حتى يَأْتِيَهَا الْبَيَانُ وَقَوْلِ عَلِيٍّ رضي اللَّهُ عنه فيها هِيَ امْرَأَةٌ أُبْتُلِيَتْ فَلْتَصْبِرْ حتى يَتَبَيَّنَ مَوْتٌ أو طَلَاقٌ "[17]

ان میاں بیوی کے درمیان تفریق نہیں کی جائے گی، رسول اللہ ﷺ کے اس قول کی بناء پر "کہ یہ اس مفقود کی بیوی ہے، یہاں تک کی اس کی حالت کا پتا نہ چلے" اور اسی طرح علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے، "کہ یہ ایسی عورت ہے جو ازمائش میں ہے، تو صبر کرے، حتی کہ شوہر کی موت یا اس کی طرف سے طلاق کا پتا نہ چلے"

اس سے معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں فقہائے احناف کی عام مشہور رائے یہ ہے کہ عورت کو اس وقت تک نکاح کرنے کی اجازت نہیں، جب تک شوہر کی موت یا اس کی طرف سے بیوی کو طلاق دینے کی معلومات نہ ہو جائیں، اور مجہول الحال کی صورت میں مرد کی عمر جب نوے سال تک پہنچ جائے تب جا کے اس کی موت کا حکم دیا جائے گا۔ بالفاظ دیگر یہ عورت نکاح کر ہی نہیں سکتی۔

مالکیہ

مفقود کے بارے میں امام مالکؒ کا مسلک مبنی بر اعتدال ہے، اور تقریباً سب مسالک کے متبعین بھی اسی پہ فتویٰ دیتے رہتے ہیں، امام مالکؒ کا مشہور قول ہے کہ عورت چار سال تک انتظار کرے گی، اس کے بعد عدت گزار کر دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ لیکن اس میں تفصیل ہے، بعض صورتوں میں ایک سال کی مہلت کا کہا گیا ہے، بعض میں بغیر کسی انتظار کے اختیار دیا ہے۔ الکافی فی فقہ اھل المدینۃ میں اس کی پوری تفصیل بیان فرمائی گئی ہے، لکھتے ہیں:

"مفقود امام مالکؒ اور ان کے متبعین کے نزدیک چار قسم کے ہیں،"

☆ پہلی قسم، وہ مفقود جو سرزمین اسلام میں تجارت وغیرہ میں غائب ہو گیا ہو، جس کے بارے میں عمر رضی اللہ عنہ نے فیصلہ فرمایا تھا، کہ اس کی بیوی چار سال تک انتظار میں رہے گی، پھر چار مہینے اور دس دن عدت گزارے گی، اور اس کے بعد دوسرے مرد کے لیے حلال ہو گی۔

☆ دوسری قسم، وہ مفقود ہے جو ایسی قید میں ہو، کہ کبھی اس کی حیات کا پتا چلتا ہے اور کبھی اس کی خبر معدوم ہو جاتی ہے، اور اس کی موت اور زندگی کے بارے میں کوئی جانتا نہیں، تو ان میاں بیوی کے درمیان تفریق نہیں کی جائے گی، حتیٰ کی مدت تعمیر پوری ہو جائے تو پھر اس کے بعد اس کی موت کا حکم جاری کیا جائے گا، سوائے اس کے کہ نہ وہ کسی سے میراث لے سکے گا اور نہ اس کی میراث لی جائے گی، کیونکہ یہ شک میں ہے اور شک کی بنیاد پر میراث نہیں لی جا سکتی۔

☆ تیسری قسم، وہ مفقود ہے جو دشمن کی سرزمین میں گم ہو گیا ہو، اس کی بیوی بھی ہمیشہ کے لیے نکاح نہیں کرے گی، یا اتنے سال گزر جائیں کہ اس سے معلوم ہو کہ وہ مر چکا ہو گا۔ کیونکہ دشمن کی زمین میں ایک قیدی اتنی مدت تک امن میں نہیں رہ سکتا، تو اس کا معاملہ بھی پہلے والے قیدی کی طرح ہے، ان کو مدت تعمیر تک مہلت دی جائے گی۔ اور مدت تعمیر اس میں ستر 70 سال سے لے کر اسی 80 سال تک ہے، اور اس معاملے میں یہ سب سے مبنی بر انصاف اقوال ہیں۔

چوتھی قسم، وہ مفقود ہے جو کسی مقامی فساد میں کھو گیا ہو، تو فساد ختم ہونے کے بعد جتنا ہو سکے اس کی تلاش کی جائے گی، اور جب یقین ہو جائے کہ وہ مر چکا ہو گا، تو حاکم عورت کو دوسرے نکاح کی اجازت دے۔ وہ عدت گزارے گی، اور اس مفقود کا مال تقسیم کیا جائے گا۔[18]

شوافع

مفقود کے بارے میں فقہاء شافعیہؒ نے تفصیل بیان کی ہے، اور ہر حالت کے لیے الگ حکم بیان کیا ہے۔ امام ماوردیؒ نے کتاب الحاوی الکبیر میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے، کہتے ہیں:

"مرد کا اپنی بیوی سے غائب ہونے کی دو حالتیں ہیں"

☆ پہلی حالت یہ ہے کہ مفقود کی خبر متصل پہنچتی رہے، اور زندگی کا بھی علم ہو، حالات معلوم ہوں، ایسے مفقود کی بیوی کا دوسرا نکاح ناممکن ہے، اگرچہ طویل زمانے تک کیوں غائب نہ ہو، خواہ مال چھوڑا ہو یا نہیں، اس عورت کو اختیار نہیں کہ دوسرا نکاح کرے، اور یہ متفق علیہ ہے۔

☆ دوسری حالت، مفقود کی خبر منقطع ہو، حیات بھی مجہول ہو، حالات کا پتا نہ ہو، ایسی صورت میں اس کا مال موقوف ہو گا، اور اس کے مال میں اس کے وکلا تصرف کر جائیں گے، اور اس کی میراث سے منع ہوں گے (تقسیم نہیں کریں گے) اور عورت کے لیے حکم یہ ہے، کہ جب اس کا زمانہ زیادہ طویل ہو جائے اور مخفی الخبر ہو، تو اس میں دو اقوال ہیں،

ایک قول یہ ہے، کہ یہ عورت اپنے حاکم کے حکم پر چار سال تک انتظار کرے گی، پھر اس کے حق میں شوہر کی موت کے حکم پر چار مہینے اور دس دن عدت گزارے گی، اور جب یہ پوری ہو جائے تب دوسرے نکاح کے لیے حلال ہو جائے گی، اور یہی رائے صحابہ میں سے عمر ابن خطاب، عثمان بن عفان، عبد اللہ بن عباس، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھم کی بھی ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس کی زوجیت مفقود شوہر کے ساتھ باقی ہے، جب تک اس کی موت کا یقین نہ ہو، اگرچہ اس کی غیبوبت طویل ہو جائے، شوہر کے آنے تک یہ محبوس ہو گی۔ صحابہ میں سے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، اور فقہامیں سے امام ابو حنیفہؒ اور عراقیوں کی یہی رائے ہے۔ (19)

یعنی شوافع فقہا کی آخری رائے یہ ہے کہ عورت البتہ اپنے شوہر کا انتظار کرے گی، حتی کہ اس کی موت کا پتا چل جائے یا واپس ہو جائے۔

حنابلہ

فقہائے حنابلہ کی رائے اس مسئلہ میں امام مالکؒ کے مسلک کی طرح ہے، کہ جب کوئی مرد غائب ہو جائے اور اس کی کوئی خبر نہ ہو، لیکن غالب امکان ہو کہ ہلاک ہو چکا ہو گا، تو بیوی چار سال انتظار کرے گی، علامہ ابن قدامہؒ مفقود کی تعریف اور اس کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" الذی انقطع خبره لغيبة ظاهرها الهلاك كالذي يفقد من بين أهله أو في مفازة مهلكة أو بين الصفين إذا قتل قوم أو من غرق مركبه ونحو ذلك فانها تتربص أربع سنين ثم تعتد للوفاة "(20)

مفقود وہ ہے، جس کی خبر اس کے غائب ہونے کی وجہ سے منقطع ہوگئی ہو، جس کا ظاہر یہ ہو کہ وہ ہلاک ہوگیا ہے، جیسا کہ کوئی اپنے اہل سے مفقود ہوجائے یا کوئی جائے ہلاکت سے یا مقامی فساد میں، جس میں قوم قتل وغارت کرے، یا جس کا قافلہ غرق ہوجائے وغیرہ وغیرہ، تو ایسی صورت میں اس کی بیوی چار سال تک انتظار کر کے پھر اس کے بعد عدت گزارے گی۔

یعنی امام احمدؒ کا ظاہر مذہب یہ ہے کہ جب مرد غائب ہوجائے اور ظاہری احوال یہ بتاتے ہیں کہ مرد ہلاک ہوگیا ہے، تو ایسی صورت میں عورت چار سال تک انتظار کرے گی، اور اس کے بعد اس مرد کی موت کا فیصلہ کیا جائے اور عورت اس کے بعد عدت گزار کر دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔

خلاصہ بحث

اس مسئلہ میں مولانا مودودی نے احناف کی رائے کی بجائے امام مالکؒ کی رائے کو ترجیح دی ہے، اور یہی دوسرے آئمہ نے بھی اختیار کی ہیں۔

امام مالکؒ کی رائے صحیح بھی معلوم ہوتی ہے، کیونکہ ایک عورت کو نوے سال بغیر نکاح کے رکھنا اس کی عفت اور عصمت کے لیے بہت خطرناک واقع ہوجاتا ہے، مولانا مودودی نے مالکؒ کی رائے کو قرآن کے ساتھ زیادہ موافقت کے بارے میں پوری تفصیل کے ساتھ بتایا ہے کہ قرآن میں کہا گیا ہے کہ بیوی کو معلق نہ رکھا کریں، تو اگر شوہر کے زندہ اور حاضر ہوتے ہوئے اللہ نے یہی حکم دیا ہے تو جب غائب ہو تو بطریق اولیٰ وہ کیسے ایسے لٹکی ہوئی چھوڑی جاسکتی ہے۔

احناف جس حدیث سے استدلال کرتے ہیں، مولانا مودودی نے اس کی پوری تخریج کر کے فرمایا ہے کہ وہ حدیث انتہائی ضعیف ہے، اگر یہ حدیث ہوتی تو بڑے بڑے صحابہ نے کیسے اس کے خلاف رائے دی ہوتی۔

طویل قید کی صورت میں فسخ نکاح

مولانا مودودی کی رائے

قانون فسخ نکاح کے بارے میں کسی نے پوچھا ہے کہ اس میں سات سال کی قید کی بنا پر فسخ نکاح ہوسکتا ہے، تو کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ اس کی مدت کم کر کے چار سال کی جائے؟ مولانا نے کہا:

" یہ قانون کچھ صحیح نہیں ہے، عورت کو یہ اختیار دینے سے یہ مسئلہ حل نہیں ہوجاتا، کیونکہ ہمارے معاشرے کی عورتوں کا یہ مزاج نہیں کہ شوہر طویل قید ہو تو وہ مطالبہ فسخ نکاح لے کر عدالت پہنچ جائے، خصوصاً صاحب اولاد عورت تو مشکل سے اس کا خیال کر سکتی ہے، لھٰذا اس قانون کے ہوتے ہوئے ہماری خواتین اس سے فائدہ نہ اٹھا سکتی ہیں، میرے نزدیک اس کا حل یہ ہے کہ جیل کے قواعد میں حسب ذیل تین اصلاحات کی جائیں:

الف:۔ چار سال یا اس سے کم مدت کے قیدیوں کو سال میں کم از کم دو مرتبہ کم از کم پندرہ دنوں کے لیے پیرول پر گھر جانے کی اجازت دی جایا کرے۔

ب:۔ چار سال سے زیادہ مدت کے قیدیوں کو جیل میں رکھنے کے بجائے ان بستیوں میں رکھا جائے جو طویل المیعاد قیدیوں کے لیے مخصوص ہوں، اور وہاں انھیں اپنے بال بچوں کے ساتھ رہنے کا موقع دیا جائے۔

ج:۔ قید میں ان سے جو کام لیا جائے اس کی اجرت بازار کی شرحوں کے مطابق ان کے حساب میں جمع کی جائے، اور وہ یا اس کا ایک مناسب حصہ ان کی بیویوں اور بچوں کے نفقہ میں ادا کیا جاتا رہے۔(21)

احناف

فقہائے احناف کی رائے یہ ہے کہ قیدی شوہر کی بیوی اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتی جب تک اس کی موت یا ارتداد کی خبر نہ ہو، امام محمدؒ فرماتے ہیں:

" قال محمد قال ابو حنيفة رضي الله عنه لا تنكح امرأة الاسير أحدا حتى تعلم بموت او ارتداد عن الاسلام طائعا غير مكره ولا يضرب لامرأته اجل المفقود "(22)

امام محمدؒ امام ابو حنیفہؒ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ قیدی کی بیوی کسی سے نکاح نہیں کرے گی، یہاں تک کہ شوہر کی موت یا اسلام سے برضا و رغبت مرتد ہونے کا علم نہ ہوا ہو، اور بیوی کے لیے مفقود کی طرح مہلت نہیں دی جائے گی۔

مطلب یہ کہ شوہر کے مطلق ارتداد کا علم نہیں بلکہ یہ بھی واضح ہو کہ برضا و رغبت اسلام سے مرتد ہو گیا ہو، ورنہ اگر اس پہ جبر کیا گیا ہو کہ اسلام چھوڑ دو، اور اس نے اپنی جان بچانے کی خاطر کفر کا کلمہ پڑھا ہو تو ایسی صورت میں اس کو مرتد حقیقی نہیں مانا جائے گا یعنی اس صورت میں بھی یہ عورت فسخ نکاح کا اختیار نہیں رکھتی۔

مالکیہ

فقہائے مالکیہ کی رائے یہ ہے کہ اگر شوہر قید میں ہو تو عورت اس کی موت یا ارتداد کی خبر ملنے تک کسی سے نکاح نہیں کر سکتی، البتہ وہ ارتداد میں اکراہ اور رضا کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کا پتا ہو یا نہ ہو کہ اس پہ اکراہ کیا گیا ہے یا برغبت نصرانی ہو گیا ہے، لیکن ان کے درمیان تفریق کی جائے، البتہ اس کا مال تقسیم کے بجائے موقوف کیا جائے۔ اگر رجوع کیا تو یہ اس کا مال ہے اور کافر مر گیا تو یہ مال مسلمانوں کا ہے۔ امام غرناطیؒ التاج والاکلیل میں لکھتے ہیں:

" لَا تُنْكَحُ امْرَأَةُ الْأَسِيرِ إلَّا أَنْ يَصِحَّ مَوْتُهُ أَوْ تَنَصُّرُهُ طَائِعًا أَوْ لَا يُعْلَمُ طَائِعًا أَمْ مُكْرَهًا فَيُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا وَيُوقَفُ مَالُهُ إنْ أَسْلَمَ رَجَعَ إلَيْهِ "(23)

قیدی کی بیوی کا نکاح نہیں کیا جائے گا، یہاں تک کہ شوہر کی موت کا صحیح علم ہو جائے، یا اس کا برضا و رغبت

نصرانی ہونے کا پتانہ چل جائے، یا اس کا علم نہ ہو کہ برضا نصرانی ہو گیا ہے یا اس پر اکراہ کیا گیا ہے، تو ایسی صورت میں ان دونوں کے درمیان تفریق کی جائے، اور اس کا مال موقوف کیا جائے اگر واپس ہو گیا تو یہ اس کا مال ہے۔

الجامع لمسائل المدونۃ میں مزید وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے، لکھتے ہیں، کہ ابن قاسم فرماتے ہیں:

"قیدی کی بیوی کو مفقود کی بیوی کی طرح مہلت نہیں دی جائے گی، خواہ جگہ معلوم ہو یا نہ ہو، کیونکہ اس کا تو پتا ہے کہ وہ قید میں ہے، اور اس کی بیوی کو نکاح نہیں کیا جائے گا جب تک اس کی موت کی صحیح خبر نہ ہو، یا اس کے نصرانی ہونے کا علم نہ ہو، اور یہ نصرانی ہونا یا تو برضا ہو، یا یہ بھی معلوم نہ ہو کہ برضا نصرانی ہو گیا ہے یا اکراہ پر، تو دونوں کے درمیان تفریق کی جائے گی، اور اس کا مال موقوف کر دیا جائے گا، اگر مرتد مر گیا تو یہ مال مسلمانوں کا ہے، اگر اسلام لایا تو اس کا ہے، اور اگر اکراہ کے پاداش میں نصرانی ہو گیا ہو تو یہ عورت اس کی عصمت میں ہو گی، اور اس پر شوہر کے مال سے خرچ کیا جائے گا" (24)

شوافع

امام شافعیؒ اور ان کے متبعین کا بھی یہی مسلک ہے کہ جب ایک مسلمان دارالحرب کی قید میں ہو اور اس کی موت کی خبر نہ ہوئی ہو تب تک اس کی بیوی نکاح نہیں کرے گی۔ کتاب الام میں لکھتے ہیں:

" قَالَ الشّافِعِيُّ : رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى وإذا أُسِرَ الْمُسْلِمُ فَكَانَ فِي دَارِ الْحَرْبِ فَلاَ تُنْكَحُ امْرَأَتُهُ إلاَّ بَعْدَ تَيَقُّنِ وَفَاتِهِ عُرِفَ مَكَانُهُ أو خَفِيَ مَكَانُهُ وَكَذَلِكَ لاَ يُقَسَّمُ مِيرَاثُهُ. "(25)

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جب ایک مسلمان قید ہو جائے اور وہ دارالحرب میں ہو، تو اس کی بیوی نکاح نہیں کرے گی، حتی کہ اس کی وفات ہونے کا یقین پختہ نہ ہو جائے، خواہ اس کی جائے قید معلوم ہو یا نا معلوم، اور اسی طرح اس کی میراث بھی تقسیم نہیں جائے گی۔

حنابلہ

حنابلہ فقہا میں سے امام ابن قدامہؒ نے اس پہ اجماع نقل کیا ہے کہ قیدی کی بیوی اس وقت تک دوسرا نکاح نہیں کر سکتی جب تک اس کا شوہر وفات نہ پا چکا ہو، کہتے ہیں:

" وأجمعوا ان امرأة الاسير لا تنكح حتى يعلم يقين وفاته هذا قول النخعي والزهري ويحيى الانصاري ومكحول والشافعي وأبي عبيد وأبي ثور وإسحاق وأصحاب الرأي. "(26)

اور اس پر امت نے اجماع کیا ہے کہ قیدی کی بیوی نکاح نہیں کرے گی، یہاں تک کہ اس کے شوہر کی وفات کا یقین ہو جائے، اور یہی رائے امام نخعیؒ، زہریؒ، یحیٰ الانصاریؒ، اور مکحولؒ، شافعیؒ، ابو عبیدؒ اور ابو ثورؒ، اسحاقؒ اور احناف کی بھی ہے۔

امام احمدؒ اور دوسرے آئمہ سب کی یہی رائے ہے کہ قیدی کی بیوی شوہر کے زندہ رہنے تک فسخ نکاح کر کے دوسرا نکاح نہیں کر سکتی۔

خلاصہ بحث

مولانا مودودی نے جیسا کہ اس قانون کو کہا ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے اسی طرح اس پر ائمہ کا اجماع بھی ہے، سب ائمہ کرام اس پر متفق ہیں کہ قیدی کی بیوی کو مفقود کی بیوی کی طرح ایک سال یا چار سال کی مہلت بھی نہیں دی جائے گی، اور وہ کسی صورت میں نکاح بھی نہیں کر سکتی جب تک وہ شوہر زندہ ہو، اور اس کے ساتھ ساتھ مسلمان بھی ہو، البتہ جب اسلام سے مرتد ہو گیا تو نکاح خود بخود ٹوٹ گیا تو ایسی صورت میں پھر یہ عورت نکاح کر سکتی ہے۔

اور یہی رائے صحیح ہے، کیونکہ اس پہ سلف کا اجماع ہے۔ البتہ عصمت کو محفوظ رکھنے اور ایک صاف ستھرے معاشرے کی تخلیق کے لیے یہ ضروری ہے کہ مولانا مودودیؒ نے جو تین صورتیں بتائی ہیں ان پر عمل کیا جائے اور قیدی اور اس کی بیوی کو اس مشکل سے جو انسان کو مجبور کر دیتی ہے نکال دے، یہ حکومت کی ذمہ داری ہے۔

حوالہ جات

[1])حقوق الزوجين، 134

[2]) الهداية شرح بداية المبتدي، ج2، ص26

[3]) العينى-بدر الدين ،البناية شرح الهداية، دار الكتب العلمية - بيروت، لبنان، الطبعةالأولى، 1420 هـ ،ج5،ص583

[4]) مالك بن أنس بن مالك المدني، المدونة ، دار الكتب العلمية، الطبعةالأولى، 1415هـ، ج2ص144

[5]) الشافعي-محمد بن إدريس-أبو عبد الله ، الأم،دار المعرفة-بيروت، الطبعةالثانية ، 1393، ج5، ص40

[6]) الحاوى الكبير ، دار الفكر .بيروت، ج9 ص932

[7]) المغني في فقه الإمام أحمد بن حنبل الشيباني، ج7ص604

[8])حقوق الزوجين، ص134

[9]) برهان الدين ، المحيط البرهاني، دار إحياء التراث العربي، ج3 ص327

[10]) الزيلعي الحنفي- فخر الدين، تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق ،ج3 ،ص22

[11]) المدونة الكبرى، ج2 ص144

[12]) النفراوي-أحمد بن غنيم بن سالم (المتوفى1126هـ)، الفواكه الدواني على رسالة ابن أبي زيد القيرواني،مكتبة الثقافة الدينية،ج3،ص1022

[13]) الأم، ج5 ،ص40

[14]) المغني في فقه الإمام أحمد بن حنبل الشيباني، ج7 ،ص579

[15])حقوق الزوجين، ص 138۔147

[16]) كنز الدقائق، ، ص396

[17]) ابابن نجيم المصري ،زين الدين بن إبراهيم بن نجيم، (المتوفى970هـ)، البحر الرائق شرح كنز الدقائق، دار المعرفة،:بيروت، ج5 ،ص178

[18]) أبوعمر يوسف۔ابن عاصم النمري القرطبي۔ ، الكافي في فقه أهل المدينة المالكي، مكتبة الرياض الحديثة، السعودية، الطبعة،1400هـ، ج2، ص569

[19]) الماوردى۔العلامة أبو الحسن ، كتاب الحاوى الكبير . الماوردى، ، دار النشر:دار الفكر . بيروت، ج11، ص115

[20]) الشرح الكبير، ج9۔ ص118

[21]) تفہيمات، ج 3، ص213

[22]) محمد بن الحسن الشيباني أبو عبد الله . سنة الوفاة 189، الحجة على أهل المدينة، عالم الكتب، سنة النشر: 1403، بيروت، ج4، ص67

[23]) الغرناطي۔محمد بن يوسف بن أبي القاسم بن يوسف العبدري ، التاج والإكليل لمختصر خليل، دار الكتب العلمية، الطبعةالأو1416هـ، ج5، ص505

[24]) التميمي الصقلي۔أبو بكر محمد بن عبد الله بن يونس (المتوفى451 هـ)، الجامع لمسائل المدونة، معهد البحوث العلمية وإحياء التراث الإسلامي-جامعة أم القرى (سلسلة الرسائل الجامعية الموصى بطبعها)، توزيع: دار الفكر ، الطبعةالأولى، 1434 هـ، ج10، ص624

[25]) الأم لشافعي، ج4، ص277

[26]) ابن قدامة المقدسي، الشرح الكبير، ج9، ص127